

بعثت سے قبل کی حیات طیبہ: 'دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ' (پروفیسر عبدالقیوم) کے تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ

**THE NOBLE LIFE BEFORE PROPHETHOOD: A RESEARCH-BASED ANALYSIS
IN THE LIGHT OF DAIRA-E-MA'ARIF SEERAT-E-MUHAMMAD RASOOL
ALLAH ﷺ BY PROFESSOR ABDUL QAYYUM**

Dr. Muhammad Pervaiz

Assistant Professor

Dept. of Islamic Studies & Shariah Minhaj University Lahore:

pervaizbilal365@gmail.com

Dr. Muhammad Mumtaz Ul Hasan

Professor, Department of Islamic Studies & Shariah

The Minhaj University Lahore, Pakistan

drmumtaz365@gmail.com

Muhammad Muneeb Shoukat

Department of Islamic Studies & Shariah

Minhaj University Lahore, Pakistan

muneebshoukat54@gmail.com

Abstract:

Several significant events from the life of the Prophet Muhammad ﷺ before his prophethood such as his journeys, marriage, participation in the reconstruction of the Kaaba, and the titles he was given hold fundamental importance in the analytical study of his blessed life. All these aspects affirm the fact that Allah Almighty prepared him for the mission of prophethood through a natural and gradual process of training. His commercial travels served as a means to refine his character, integrity, and powers of observation, while his marriage to Khadijah (RA) laid the foundation for a dignified and trustworthy marital life. During the reconstruction of the Kaaba, his wise and prudent resolution of a tribal dispute was a practical demonstration of his leadership, intelligence, and extraordinary diplomacy. Likewise, titles such as Al-Sadiq (The Truthful) and Al-Ameen (The Trustworthy) were social acknowledgments of his exemplary character bestowed by the people of Makkah after observing his conduct from childhood to youth. A study of these events clearly reveals that his pre-prophetic life was a preparatory phase for the grand mission of prophethood, with each aspect providing crucial insights into the background of the Prophetic mission.

Keywords: Marriage, Participation, Integrity, Intelligence, Demonstration, Characterbestowed, Diplomacy

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل کی زندگی کے چند اہم واقعات جیسے سفر، نکاح، تعمیر کعبہ میں شرکت اور ملنے والے القابات، آپ ﷺ کی سیرت کے تجزیاتی مطالعے میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ تمام پہلو اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منصب نبوت کے لیے ایک فطری اور تدریجی تربیت سے گزارا۔ تجارتی سفر جہاں آپ ﷺ کے اخلاق، دیانت اور مشاہدے کو نکھارنے کا ذریعہ بنے، وہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ایک باوقار اور بااعتماد ازدواجی زندگی کی بنیاد بنا۔ تعمیر کعبہ کے موقع پر قبائلی اختلاف کو حکمت اور تدبیر سے ختم کر کے آپ ﷺ نے اپنی قیادت، فہم و فراست اور غیر معمولی تدبیر کا عملی مظاہرہ کیا۔ اسی طرح "الصادق" اور "الامین" جیسے القابات آپ ﷺ کے بے مثال کردار کا سماجی اعتراف تھے، جو مکہ کے معاشرے نے آپ ﷺ کے بچپن سے جوانی تک مسلسل تجربے اور مشاہدے کے بعد دیا۔ ان تمام واقعات کا مطالعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ بعثت سے قبل کی یہ زندگی نبوت کے عظیم فریضے کی تیاری تھی، اور ان میں ہر پہلو نبوی مشن کے پس منظر کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

حضور ﷺ کا سفر شام اور بحیراراہب کا واقعہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ابتدائی سالوں میں مختلف اہم واقعات پیش آئے جو آپ کی نبوت کے لیے راہ ہموار کرنے والے ثابت ہوئے۔ ان میں سے ایک اہم واقعہ آپ کا سفر شام ہے۔ یہ سفر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کے دور میں ہوا، اور اس سفر کے دوران آپ نے بحیراراہب سے ملاقات کی۔ یہ واقعہ اس بات کا نماز ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں ایسی خصوصیات تھیں جو آنے والی نبوت کے لیے اشارہ فراہم کر رہی تھیں۔ بحیراراہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں وہ نشانیاں دیکھیں جو کسی دوسرے انسان میں نہیں تھیں، اور یہی واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابتدائی آثار کا آغاز تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شام ایک اہم واقعہ ہے جو آپ کی زندگی میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کی طرف سفر کر رہے تھے، تو یہ واقعہ پیش آیا۔ اس سفر کے دوران، بحیراراہب، جو کہ ایک عیسائی راہب تھا، نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور فوراً ان کی شخصیت میں نبوت کی علامات کو پہچان لیا۔ بحیرانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت پہچانا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوانی کی خوبصورتی اور بلند اخلاق سے لوگوں کا دل جیتا۔

بحیراراہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت کرنے کے بعد ابوطالب سے کہا کہ آپ کا بھتیجا وہ شخص ہے جس کا ذکر انبیاء کے متون میں آیا ہے، اور یہ وہ ہی شخصیت ہیں جو آخر الزمان میں مبعوث ہونے والی ہیں۔ اس واقعے کے بعد ابوطالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس لے کر دیا، اور بحیرا کی پیش گوئی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک اہم مقام حاصل کیا۔

دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اس واقعہ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے:

"جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے، تو راستے میں بحیراراہب نے آپ کی ملاقات کی اور فوراً آپ کی شخصیت میں وہ نشانیاں پہچان لیں جو ایک نبی کی علامات ہوتی ہیں۔ بحیرانے ابوطالب سے کہا کہ یہ وہی شخص ہیں جن کا ذکر کتابوں میں آیا ہے اور یہ آخر الزمان کے نبی ہوں گے۔"¹

اس اقتباس میں بحیراراہب کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی پہچان کو بیان کیا گیا ہے۔ بحیرانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں وہ نشانیاں دیکھی جو کسی معمولی انسان میں نہیں ہوسکتیں۔ اس واقعے نے اس بات کو واضح کر دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں وہ جملہ خصوصیات تھیں جو اللہ کی طرف سے نبوت کے لیے تیار کی جا رہی تھیں۔ بحیرا کی پیش گوئی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھی اور آپ کی نبوت کی راہ ہموار کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شام اور بحیراراہب کا واقعہ نہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی اولین شناخت کا ذریعہ بن گیا، بلکہ اس واقعے نے آپ کی نبوت کے ابتدائی آثار کو ظاہر کیا۔ بحیراراہب کی پیش گوئی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک نیا موڑ دیا، اور اس واقعے نے آپ کے مقام اور مرتبے کو مزید واضح کیا۔ اس کے علاوہ، اس واقعے کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں وہ صفات اور نشانیاں ظاہر کیں جو ان کی نبوت کی دلیل تھیں۔

اس تجزیے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر شام اور بحیراراہب کے واقعے کا تجزیہ کیا گیا ہے، جس میں بحیراراہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں نبوت کی علامات کو پہچانا اور آپ کی نبوت کے ابتدائی آثار کا آغاز کیا۔ یہ واقعہ آپ کی زندگی میں ایک اہم سنگ میل تھا، جس نے آپ کی نبوت کے راستے کو مزید واضح کیا۔

مکہ میں حضور ﷺ کا بکریاں چرانا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ابتدائی سالوں میں آپ نے مختلف کاموں میں مشغولیت اختیار کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن اور نوجوانی ایک سادہ اور معمولی زندگی گزارنے میں گزرا، جہاں آپ نے زندگی کے ابتدائی مراحل میں بہت ساری مشکلات کا سامنا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف کاموں میں حصہ لیا جن میں سے ایک اہم کام بکریاں چرانا تھا۔ بکریاں چرانا نہ صرف آپ کی زندگی کا حصہ تھا بلکہ اس نے آپ کی شخصیت میں وہ صفات اور خصوصیات پیدا کیں جو بعد میں آپ کے نبوی مشن میں معاون ثابت ہوئیں۔

مکہ مکرمہ کے لوگوں کے لیے یہ بات مشہور تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن سے ہی انتہائی امانتدار، سچے، سلیقے والے اور ایماندار تھے۔ بکریاں چرانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اس حصے کا حصہ تھا جس نے آپ کی صلاحیتوں کو نکھارا اور آپ کی شخصیت میں صفات قیادت کو پروان چڑھایا۔

¹ عبد القیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005ء، ج 3، ص 141

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بکریاں پرانا نہ صرف ایک معمولی کام تھا بلکہ اس میں کئی اہم اسباق چھپے ہوئے تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً بارہ سال تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ مکہ مکرمہ کے اطراف میں بکریاں چرانے کا موقع ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو نہایت ایمانداری اور ذمہ داری کے ساتھ کیا، اور اس دوران آپ کی امانتداری اور دیانتداری کی صفات ابھریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بکریاں پرانا ایک تربیتی عمل تھا جس کے ذریعے آپ کو صبر، ہمت، اور لوگوں کی خدمت کا شعور حاصل ہوا۔ بکریوں کے ساتھ آپ کا تعلق نہ صرف آپ کی شخصی صفات کو اجاگر کرتا ہے بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے کسی بھی کام کو معمولی نہیں سمجھا، بلکہ ہر کام میں ایمانداری، محنت اور دیانتداری کا مظاہرہ کیا۔ بکریاں پرانا آپ کے لیے ایک ایسی تربیت ثابت ہوئی جس سے آپ کے دل میں لوگوں کی خدمت کا جذبہ پروان چڑھا، جو بعد میں آپ کے نبوی مشن کا حصہ بنا۔

اس دور میں بکریاں چرانے کا کام مکہ مکرمہ کے لوگوں کے لیے ایک معمولی کام سمجھا جاتا تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو نہ صرف عزت دی بلکہ اس دوران آپ نے خود کو ذہنی، اخلاقی اور روحانی طور پر تیار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اس حصے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لیے تیاری کا عمل بچپن ہی سے شروع ہو چکا تھا۔ دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بکریاں چرانے کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ مکہ کے اطراف میں بکریاں چرانا شروع کیا۔ یہ

کام ایک اہم تربیتی عمل تھا جس نے آپ کی شخصیت میں امانتداری، دیانتداری اور صبر جیسی صفات کو پروان چڑھایا۔

آپ نے بکریاں چرانے کو کبھی معمولی نہیں سمجھا بلکہ اس کام کو ایمانداری اور بھرپور توجہ کے ساتھ کیا۔"²

اس اقتباس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بکریاں چرانے کو ایک اہم تربیتی عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ بکریاں چرانا ایک ایسا کام تھا جس نے آپ کی شخصیت میں کئی اہم صفات کو اجاگر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو کبھی معمولی نہیں سمجھا، بلکہ اس میں ایمانداری اور دیانتداری کی اعلیٰ صفات کو اپنایا۔ اس دوران آپ کی شخصیت میں صبر، ہمت اور محنت کی خصوصیات پیدا ہوئیں جو بعد میں آپ کے نبوی مشن میں معاون ثابت ہوئیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بکریاں پرانا نہ صرف آپ کی زندگی کا ایک اہم حصہ تھا بلکہ اس نے آپ کی شخصیت کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس دوران آپ نے ایمانداری، صبر، اور محنت جیسے اہم اسباق سیکھے جو آپ کی قیادت کی صفات کو ابھارتے تھے۔ بکریاں چرانا ایک ایسا کام تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے معمولی کاموں میں بھی عظمت اور اہمیت تلاش کرنے کا شعور دیا۔ یہی صفات آپ کی نبوت کے مشن میں کامیابی کا باعث بنیں۔

جنگ فجار

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کا زمانہ مکہ کی قبائلی سیاست اور عربوں کی روایتی جنگ و جدال سے بھی متاثر ہوا۔ اس دور میں عرب قبائل معمولی باتوں پر طویل اور خونریز جنگوں میں الجھ جاتے تھے۔ ایسی ہی ایک جنگ "فجار" کے نام سے جانی جاتی ہے، جس کا شمار ایام عرب کی بڑی جنگوں میں ہوتا ہے۔ چونکہ اس جنگ میں محترم مہینوں کی حرمت کو توڑا گیا تھا، اس لیے اسے "فجار" یعنی حرمت شکنی والی جنگ کہا گیا۔

یہ جنگ قریش اور کنانہ کے اتحاد اور قیس عیلان کے قبیلے کے درمیان واقع ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ میں براہ راست تلوار نہیں چلائی لیکن اپنے چچاؤں کے ساتھ شرکت کی اور تیر پکڑا کر دینے جیسے کاموں میں حصہ لیا۔ یہ واقعہ سیرت طیبہ کا ایسا پہلو ہے جو ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی ذمہ داریوں اور ابتدائی تربیت کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

جنگ فجار اس وقت برپا ہوئی جب ایک قیس عیلانی قبیلے کے فرد کو بازارِ عکاظ میں قتل کیا گیا، اور حرمت والے مہینے کی بے حرمتی ہوئی۔ اس قتل کے بعد قریش اور کنانہ قبائل قیس عیلان کے مقابل صف آراء ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عمر کے اس حصے میں تھے جہاں ایک نوجوان شعور حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے ساتھ اس جنگ میں حصہ لیا، مگر خود لڑائی میں شامل نہ ہوئے۔

² عبد القیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005ء، ج3، ص163

اس جنگ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار جنگی تربیت سے زیادہ سماجی ذمے داری اور خاندانی وابستگی کا تھا۔ آپ کے اس کردار سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ قریبی تعلقات اور قبائلی نظام کی ضروریات کو بخوبی سمجھتے تھے، اور حالات سے باخبر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر جو کردار ادا کیا، وہ قیادت، ذمہ داری اور وقار کی علامت ہے۔

دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اس واقعے کی اہمیت یوں بیان کی گئی ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ فجار میں براہ راست تلوار نہیں چلائی، بلکہ اپنے بچپاؤں کے ساتھ شریک ہوئے اور ان کے لیے تیر لا کر دیتے تھے۔ آپ اس وقت نوجوانی کے مرحلے میں تھے اور یہ شرکت محض قبیلہ کی حمایت اور سماجی ذمہ داری کے تحت تھی۔"³

مشہور سیرت نگار مولانا صفی الرحمن مبارکپوری اپنی معروف کتاب الر حیق المختوم میں فرماتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ میں شریک ہوئے، لیکن نہ تو آپ نے اس میں تلوار چلائی اور نہ کسی کو قتل کیا۔ بلکہ آپ صرف اپنے بچپاؤں کو تیر تھما دیا کرتے تھے۔"⁴

ان دونوں اقتباسات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ میں فعال جنگجو کی حیثیت سے حصہ نہیں لیا بلکہ صرف قبیلہ کے ایک فرد کے طور پر محدود شرکت کی۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت، تحمل، اور اصولوں سے وابستگی کو ظاہر کرتی ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ کے قریبی رشتہ دار جنگ میں شریک تھے، آپ نے حدود میں رہ کر صرف ان کی معاونت کی۔ آپ کی یہ تربیت بعد میں ایک مثالی اور پُر امن قیادت کی بنیاد بنی۔

جنگ فجار ایک اہم تاریخی واقعہ تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت ہمیں اس دور کے سماجی اور قبائلی حالات سے روشناس کراتی ہے۔ آپ کی محدود شرکت اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ آپ صرف قبیلہ کی وحدت اور سوشل ذمے داری کے تحت شریک ہوئے، اور جنگی تشدد سے مکمل گریز کیا۔ یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فطری رجحان کی عکاسی کرتا ہے جو ظلم، ناحق خونریزی، اور حرمت شکنی کے خلاف تھا۔ یہی صفات بعد میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کا مرکزی ستون بنیں۔

حلف الفضول

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی کا زمانہ مکہ میں عدل و انصاف کے شدید فقدان کا دور تھا۔ قبیلوی تعصب، طاقتور کا ظلم، کمزور کی دبی ہوئی آواز، اور مسافروں کے حقوق کی پامالی جیسے مسائل عام تھے۔ ایسے میں کچھ باشعور افراد نے ایک معاہدے کی بنیاد رکھی جس کا مقصد مظلوم کی مدد اور ظالم کے خلاف یکجہتی تھا۔ یہی معاہدہ "حلف الفضول" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس معاہدے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت کی، اور بعد میں اسے یاد کرتے ہوئے فخر کا اظہار فرمایا۔

حلف الفضول کا پس منظر یہ تھا کہ قبیلہ زبید کا ایک تاجر مکہ آیا اور اپنا سامان بیچا، لیکن قبیلہ بنو عبد الدار کے ایک سردار نے اس سے سامان لے کر قیمت ادا نہ کی۔ جب اس تاجر نے فریاد کی اور کسی نے اس کی دادرسی نہ کی تو اس نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اشعار میں مکہ والوں کو لاکارا۔

اس پر زبیر بن عبد المطلب نے قریش کے کچھ افراد کو جمع کیا جنہوں نے ایک حلف (معاہدہ) کیا کہ وہ مظلوم کا ساتھ دیں گے، چاہے وہ کسی بھی قبیلے کا ہو، اور ظالم کے خلاف کھڑے ہوں گے، چاہے وہ ان کے قبیلے کا ہی کیوں نہ ہو۔ یہ معاہدہ دارالندوہ میں ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نوجوان تھے اور آپ بھی اس حلف میں شریک ہوئے۔

دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں حلف الفضول کے متعلق درج ہے:

³ عبد القیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005، ج 3، صفحہ 173

⁴ صفی الرحمن مبارکپوری، الر حیق المختوم، دہلی: مکتبہ دار السلام، 2001، صفحہ 74

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں ایک ایسے معاہدے میں شریک ہوا جس میں مظلوم کی حمایت اور ظالم کے خلاف کھڑے ہونے کا عہد کیا گیا۔ اگر آج بھی اسلام کے دور میں کوئی مجھے ایسے معاہدے کی طرف بلائے تو میں اس میں ضرور شریک ہوں گا۔"⁵

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدے کو اتنی اہمیت دی کہ بعثت کے بعد بھی اس کو نیک اور قابل تقلید عمل قرار دیا۔ آپ کا اس معاہدے میں شریک ہونا اس بات کی علامت ہے کہ آپ نوجوانی ہی سے عدل و انصاف کے قیام میں دل چسپی رکھتے تھے اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے تیار رہتے تھے۔

حلف الفضول عرب تاریخ کا وہ روشن باب ہے جہاں پہلی مرتبہ ظلم کے خلاف ایک اجتماعی موقف سامنے آیا۔ اگرچہ یہ معاہدہ نبوت سے پہلے ہوا، لیکن اس کی روح، تعلیمات اسلام میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

حلف الفضول میں شرکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدل پسندی، سماجی شعور، اور ظلم کے خلاف مزاحمت کی روشن مثال ہے۔ اس معاہدے نے مکہ کی سماجی فضا میں ایک مثبت تبدیلی کی بنیاد رکھی، اور یہ پیغام دیا کہ ظلم چاہے کسی کی طرف سے ہو، اس کی مخالفت اور مظلوم کی حمایت انسانی اقدار کا تقاضا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حلف میں شرکت ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ مسلمان کو ہمیشہ انصاف، سچائی اور حقوق انسانیت کے علم بردار کے طور پر کھڑا ہونا چاہیے، چاہے زمانہ کوئی بھی ہو۔

جاہلیت کی برائیوں سے رسول اللہ ﷺ کی فطری دوری

عرب کا دور جاہلیت وہ زمانہ تھا جس میں اخلاقی، معاشرتی اور دینی لحاظ سے زوال کی انتہا ہو چکی تھی۔ شرک، قتل و غارت، سود، زنا، عورت کی تذلیل، ظلم، اور قبیلوی تعصب جیسی برائیاں روزمرہ زندگی کا حصہ بن چکی تھیں۔ ایسے ماحول میں ایک نوجوان ایسا بھی تھا جس کی فطرت ان تمام گناہوں اور برائیوں سے مکمل طور پر بیزار تھی۔ وہ نوجوان محمد بن عبد اللہ ﷺ تھے، جنہوں نے بچپن، لڑکپن اور جوانی کے تمام ادوار میں جاہلیت کی کسی برائی میں کبھی شرکت نہ کی۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا جب ہم ابتدائی دور سے جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی فطرت اللہ تعالیٰ نے برائیوں سے پاک رکھی۔ نہ صرف شرک جیسے سب سے بڑے گناہ سے آپ ﷺ ہمیشہ محفوظ رہے بلکہ جاہلیت کے کسی بھی رسم و رواج میں آپ ﷺ نے کبھی حصہ نہ لیا۔ مکہ میں جہاں قریش کے نوجوان جشن، شراب، موسیقی، اور عورتوں کی بے راہروی میں مبتلا تھے، وہاں نبی کریم ﷺ کا دامن ان تمام آلائشوں سے مکمل پاک تھا۔ حتیٰ کہ چند مواقع پر جب فطرتاً انسانی تجسس آپ کو کسی اجتماع کی طرف لے بھی گیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیند میں ڈال دیا تاکہ آپ ﷺ ان محفلوں کا مشاہدہ تک نہ کریں۔

دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اس حوالے سے ایک اہم واقعہ درج ہے:

"رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جاہلیت کے زمانے میں دو بار کسی شادی کی محفل میں شرکت کا ارادہ کیا

لیکن دونوں مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نیند میں ڈال دیا اور میں ان محفلوں میں شریک نہ ہو سکا۔"⁶

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے برائیوں سے محفوظ رکھی تھی۔ نہ صرف آپ ﷺ کا دل ان کاموں کی طرف مائل نہ تھا بلکہ عملی طور پر بھی آپ ﷺ ہر اس ماحول سے الگ رہتے تھے جہاں اخلاقی گراؤ یا روحانی آلودگی ہو۔ یہ حفاظت صرف انسانی کوشش یا تربیت کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ الٰہی انتخاب تھا، جس نے آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے بھی ایک مثالی کردار کا حامل بنایا۔ آپ ﷺ کی یہ صفات اہل مکہ میں بھی معروف تھیں اور اسی بنا پر آپ کو "الصادق" اور "الامین" جیسے القابات دیے گئے۔

⁵ عبد القیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005، جلد 3، ص 189

⁶ عبد القیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005، ج 3، ص 213

نبی اکرم ﷺ کی جاہلیت کے دور میں برائیوں سے مکمل دوری نہ صرف آپ ﷺ کے بلند اخلاق کی دلیل ہے بلکہ اس بات کی بھی گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک رکھا۔ آپ ﷺ کا بچپن، جوانی اور جوانمردی، سب کچھ ایک مثالی کردار کا آئینہ دار ہے۔ یہ پہلو ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ اگر فتنوں سے بھرے ماحول میں بھی پاکیزہ زندگی گزارنے کا ارادہ ہو، تو اللہ تعالیٰ حفاظت کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا دوسرا سفر شام

تاریخ اسلام کے ابتدائی ابواب میں نبی کریم ﷺ کی تجارتی زندگی کو خاص مقام حاصل ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کا یہ پہلو نہ صرف آپ کے اخلاق و کردار کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ عرب کے اس دور میں دیانت، سچائی، اور پیشہ ورانہ شفافیت کی ایک مثالی تصویر بھی پیش کرتا ہے۔ آپ ﷺ کا دوسرا سفر شام جو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تجارتی سامان کے ساتھ انجام پایا نہ صرف تجارتی کامیابی کی علامت ہے، بلکہ اسی سفر نے آئندہ زندگی کے لیے کئی اہم دروازے بھی کھول دیے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کے ساتھ بطور تجارتی کاررواں کے قائد شام کا سفر کیا۔ حضرت خدیجہ عرب کی ایک معزز، مالدار اور باوقار تاجر خاتون تھیں، جنہیں آپ ﷺ کی دیانت، صداقت اور حسن سلوک کی شہرت سن کر آپ کو اپنے تجارتی قافلے کا سربراہ مقرر کیا۔ آپ کے ساتھ اپنے غلام "میسرہ" کو بھی بھیجنا کہ واپسی پر مکمل رپورٹ دے۔

اس سفر کے دوران میسرہ نے آپ ﷺ کی راست بازی، اعلیٰ معاملات، عدل و انصاف، اور دیگر تاجروں سے آپ کی ممتاز حیثیت کا بغور مشاہدہ کیا۔ جب آپ شام پہنچے تو وہاں کے تاجر آپ کے سلوک، لین دین اور نرم روی سے نہایت متاثر ہوئے۔ اسی دوران ایک نصرانی راہب نے آپ ﷺ کو دیکھا اور آپ کی علامات نبوت کو پہچانا، تاہم یہاں وہ منظر نامہ بحیرا راہب کے واقعہ جیسا نہیں بلکہ صرف نبوی صفات کی گواہی پر مشتمل تھا۔ یہ سفر مالی لحاظ سے بھی کامیاب رہا۔ جو سرمایہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا، واپسی پر اس پر دوگنا نفع حاصل ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف مالی منافع حاصل ہوا بلکہ میسرہ کی زبانی رسول اللہ ﷺ کے حسن کردار کی تفصیل سن کر وہ بے حد متاثر ہوئیں، جس کے نتیجے میں بعد ازاں نکاح کا واقعہ پیش آیا۔ دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اس سفر کے متعلق مذکور ہے:

"اس سفر میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال کے ساتھ شام کا رخ کیا اور نہایت دیانتداری سے کاروبار کیا۔ واپسی پر آپ نے مال کے بدلے دوگنا منافع کمایا، جو حضرت خدیجہ کے لیے باعث حیرت و خوشی تھا۔ میسرہ نے واپسی پر آپ ﷺ کے اخلاق اور معاملات کی ایسی تعریف کی کہ حضرت خدیجہ نے اپنے دل میں آپ ﷺ کے لیے عزت و محبت محسوس کی۔"⁷

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا دوسرا سفر شام صرف ایک تجارتی سرگرمی نہیں تھا بلکہ یہ ایک عظیم اخلاقی نمونہ تھا۔ اس سفر میں آپ کی شخصیت کا وہ پہلو واضح ہوا جس نے نہ صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو متاثر کیا بلکہ مستقبل میں آپ ﷺ کی ازدواجی اور نبوی زندگی کے لیے بھی ایک مضبوط بنیاد فراہم کی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی باشعور اور معاملہ فہم خاتون نے صرف مالی نفع کو معیار نہیں بنایا، بلکہ میسرہ کی زبانی سچائی، شرافت، اور شفقت جیسی اعلیٰ قدروں کو پہچانا۔ یہ وہ صفات تھیں جن پر اسلام کی پوری دعوت کی بنیاد رکھی گئی۔

نبی کریم ﷺ کا دوسرا سفر شام نہ صرف معاشی اعتبار سے کامیاب تھا بلکہ اخلاقی و روحانی اعتبار سے بھی ایک نمایاں سنگ میل تھا۔ اس سفر نے ثابت کر دیا کہ اگر تجارت دیانت اور صداقت کے اصولوں پر کی جائے تو نہ صرف مالی نفع حاصل ہوتا ہے بلکہ دلوں کو بھی فتح کیا جاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ سفر آج کے مسلمانوں کے لیے پیشہ ورانہ دیانت و امانت، شفافیت اور حسن سلوک کا ایک کامل نمونہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا کردار غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاقی فاضلہ، صداقت، دیانت اور معاملات میں حسن سلوک نے جس شخصیت کو سب سے پہلے متاثر کیا، وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اس قلبی و عملی اثر کا نتیجہ ایک عظیم الشان اور بابرکت نکاح کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہ نکاح صرف دو افراد کے درمیان ایک معاشرتی بندھن نہیں تھا، بلکہ یہ نبوت کے آنے والے مشن کی تیاری کا ایک لازمی اور بابرکت مرحلہ تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قریش کے معزز اور مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ ایک معاملہ فہم، ذہین، اور باوقار تاجر خاتون تھیں۔ سابقہ ازدواجی زندگی میں بیوہ ہو چکی تھیں اور اپنے مال و تجارت کے ذریعے قریش میں نہایت وقعت رکھتی تھیں۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کی دیانتداری اور سچائی کا مشاہدہ کیا، تو آپ کو اپنا تجارتی شریک بنایا، اور شام کے تجارتی سفر پر بھیجا۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر شام کا سفر کیا اور وہاں مثالی دیانت، انصاف، اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ میسرہ، جو حضرت خدیجہ کا غلام تھا، اس سفر میں ہمراہ تھا۔ اس نے واپسی پر آپ ﷺ کی شرافت، حلم، راست بازی، اور غیر معمولی کردار کے جو واقعات بیان کیے، وہ حضرت خدیجہ کے دل میں گہرے اثرات چھوڑ گئے۔

ان تمام مشاہدات اور مشاورت کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو خود نکاح کا پیغام بھجوایا۔ اس نکاح میں نبی کریم ﷺ کی عمر پچیس برس تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چالیس برس کی تھیں۔ ولی کے طور پر حضرت ابوطالب نے نکاح کا خطبہ دیا۔ حق مہر کی مقدار بیس اونٹ یا اس کے برابر رقم تھی، جو اس زمانے میں بہت معقول تصور کی جاتی تھی۔

دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اس مقدس نکاح کے بارے میں ذکر ملتا ہے:

"حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی دیانت و صداقت کو دیکھتے ہوئے آپ کو نکاح کا پیغام دیا۔ آپ ﷺ نے چچا ابوطالب سے مشورہ کیا اور نکاح طے پایا۔ یہ نکاح اس وقت کی معاشرتی روایات کے عین مطابق، عزت و وقار کے ساتھ انجام پایا۔ نبی کریم ﷺ اس وقت پچیس برس کے تھے اور حضرت خدیجہ چالیس برس کی تھیں۔ اس ازدواجی رشتہ نے آپ ﷺ کی زندگی میں سکون، معاونت اور اعتماد کی نئی راہیں ہموار کیں۔"⁸

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نہ صرف ظاہری معیار پر مبنی تھا بلکہ اس کی بنیاد باہمی احترام، صداقت، اور نیکی پر رکھی گئی تھی۔ حضرت خدیجہ نے صرف آپ کی دیانت داری پر اعتماد کیا، بلکہ آپ ﷺ کے مشن کے لیے زندگی بھر معاونت کی۔ یہ نکاح درحقیقت وہ مقام تھا جہاں نبوت کے سفر میں سب سے پہلی رفیق حیات شامل ہوئی، جو مشکل ترین لمحات میں بھی آپ ﷺ کا سہارا بنی رہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف مالی و ذہنی طور پر رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا، بلکہ آپ ﷺ کی نبوت پر سب سے پہلے ایمان لا کر ایمانی تاریخ کی سب سے پہلی مؤمنہ ہونے کا شرف بھی حاصل کیا۔

نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اسلامی تاریخ کا وہ روشن باب ہے جس میں کردار کی عظمت، عمل کی پاکیزگی، اور مقصد کی بلندی شامل ہے۔ یہ نکاح نہ صرف آپ ﷺ کی زندگی کو استحکام عطا کرتا ہے بلکہ امت کے لیے ایک عملی نمونہ بھی ہے کہ ازدواجی زندگی کی بنیاد ظاہری اسباب کے بجائے اخلاقی و روحانی قدروں پر ہونی چاہیے۔⁹

⁸ عبدالقیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005ء، ج3، ص241

⁹ عبدالقیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005ء، ج3، ص251

تجدید خانہ کعبہ

خانہ کعبہ عرب کی سب سے مقدس اور مرکزی عبادت گاہ تھی، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگار تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کعبہ کی عمارت کمزور ہو چکی تھی اور ایک سیلاب نے اسے شدید نقصان پہنچایا۔ قریش نے نیا تعمیراتی منصوبہ شروع کیا تو رسول اللہ ﷺ کی جوانی کا دور تھا۔ آپ ﷺ نے اس تاریخی مرحلے میں نہ صرف جسمانی طور پر حصہ لیا بلکہ ایک نازک موقع پر اپنے غیر معمولی فہم و تدبر سے ایک بڑا قریشی تنازع بھی حل فرمایا۔

تاریخ بیان کرتی ہے کہ سیلاب کی شدت سے خانہ کعبہ کی دیواریں گر گئیں تھیں۔ قریش نے فیصلہ کیا کہ وہ اس مقدس عمارت کو نئے سرے سے مضبوط بنادوں پر تعمیر کریں گے۔ مگر انہوں نے عہد کیا کہ صرف پاکیزہ مال (یعنی سود، ظلم یا فاشی سے حاصل شدہ دولت کے بغیر) اس کارِ خیر میں خرچ کیا جائے گا۔ اس مقدس تعمیر میں تمام قبیلے شریک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ بھی ایک عام کارکن کی طرح پتھر ڈھونے میں شریک تھے۔ آپ ﷺ نے نہایت خاموشی، خلوص اور انہماک سے اس کارِ خیر میں حصہ لیا۔ اس میں کوئی غرور یا تخصیص نہ تھی، بلکہ اخلاص ہی اخلاص تھا۔

جب خانہ کعبہ کی دیواریں مکمل ہو گئیں تو حجرِ اسود کو اس کی جگہ نصب کرنے کا مرحلہ آیا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اسے حاصل ہو۔ معاملہ اس قدر شدید ہوا کہ قریش کے درمیان جنگ چھڑنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ پانچ دن تک کشمکش رہی، یہاں تک کہ ابوامیہ بن مغیرہ نے مشورہ دیا کہ کل صبح جو سب سے پہلے حرم میں داخل ہو، اسی کو ثالث مانا جائے۔

اتفاق سے سب سے پہلے آنے والے رسول اللہ ﷺ تھے۔ سب نے کہا: "یہ امین ہے، ہم ان پر راضی ہیں۔" آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی، اس پر حجرِ اسود رکھا اور ہر قبیلے کے سردار سے چادر کا ایک گوشہ پکڑوا کر اُسے اپنی جگہ تک لے جایا گیا، پھر آپ ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اس کی جگہ نصب فرمایا۔

دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اس واقعہ کی عظمت یوں بیان کی گئی:

"جب خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل ہونے کو آئی اور حجرِ اسود رکھنے کا مرحلہ آیا، تو قریش کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہوا گیا۔ ہر قبیلہ اس شرف کا خواہاں تھا۔ یہ نزاع اس وقت ختم ہوا جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے فہم و تدبر سے ایک ایسا حل نکالا جس سے سب قریشی قبائل خوش ہو گئے۔ آپ نے حجرِ اسود کو چادر پر رکھ کر سب قبیلوں کو شریک کیا اور خود اسے نصب فرمایا۔ یہ واقعہ نہ صرف آپ ﷺ کی حکمت کا مظہر ہے بلکہ آپ کے حسن کردار کی گواہی بھی ہے۔"¹⁰

یہ واقعہ اس بات کا یقین ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ صرف امانت و دیانت کے پیکر تھے بلکہ فہم و فراست میں بھی سب پر سبقت رکھتے تھے۔ قریش کے درمیان ایک ایسا جھگڑا جو خونریز جنگ میں بدل سکتا تھا، اسے آپ ﷺ نے حکمت، شراکت اور عدل سے سلجھایا۔ یہی وہ حکمت تھی جو بعد ازاں اسلام کے معاشرتی نظام میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل اُن کی سیرتِ مبارکہ کا ایک درخشاں پہلو ہے کہ وہ نزاعی معاملات میں کس قدر صلح جو، منصف اور عوامی شمولیت کے قائل تھے۔ تجدید خانہ کعبہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کا کردار ہمیں سکھاتا ہے کہ قیادت صرف طاقت سے نہیں، بلکہ حکمت، انصاف اور بردباری سے حاصل ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کا ہر عمل آئندہ نسلوں کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہے، اور یہ واقعہ خصوصاً معاشرتی تنازعات میں بصیرت، افہام و تفہیم اور عملی شراکت کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا لقب "الامین"

ہر انسان کی زندگی میں کچھ اوصاف ایسے ہوتے ہیں جو معاشرے کو اس کی شخصیت پر اعتماد اور اعتبار کا باعث بنتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے قبل کی زندگی میں سب سے نمایاں وصف "دیانت" تھا، جس کی گواہی نہ صرف قریش بلکہ پورا عرب دیتا تھا۔ یہی وصف تھا جس نے اہل مکہ کو مجبور کیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو "الامین" کے معزز لقب سے یاد کریں۔ اس لقب کی بنیاد آپ ﷺ کے بچپن سے جوانی تک کے ہر قول و فعل میں پائی جانے والی سچائی، امانت، اور عدل پر تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا، نہ کسی کے مال میں خیانت کی، نہ کبھی وعدہ خلافی کی۔ آپ ﷺ کی ذات قریش کے لیے نہایت معتبر تھی۔ جب بھی کسی قبیلے میں جھگڑا ہوتا، کسی مسافرت یا کاروبار میں مال رکھوانا مقصود ہوتا، یا کوئی اجتماعی مشورہ درکار ہوتا، تو سب کی نگاہ آپ ﷺ پر جاٹھرتی۔ یہی مسلسل اعتماد آپ ﷺ کے لیے "الامین" کا لقب بن گیا۔

قریش کی معاشرتی اور تجارتی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کی دیانت و امانت کا چرچا اس قدر عام تھا کہ جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو سب سے پہلے انہیں یہی یاد دلایا۔ آپ ﷺ نے کوہ صفا پر فرمایا:

"اے قریش! اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا بیٹھا ہے، تو کیا تم میری بات مانو گے؟"

سب نے یک زبان ہو کر کہا: "ہاں! ہم نے کبھی تم سے جھوٹ نہیں سنا، تم تو الامین ہو!"

یہ لقب صرف کاروباری یا خاندانی معاملات تک محدود نہ تھا بلکہ اخلاقی، سماجی اور تہذیبی سطح پر بھی آپ ﷺ کی شخصیت کو ایک مینارہ نور بنا گیا۔ لوگوں کے مال و اسباب کی امانت، جھگڑوں میں غیر جانبداری، اور زبان و وعدہ کی پختگی، یہ سب اس لقب کی دلیل تھے۔

دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں اس موضوع پر یوں بیان آتا ہے:

"قریش رسول اللہ ﷺ کی سچائی، دیانت اور امانت کے اس قدر قائل تھے کہ وہ انہیں 'الامین' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ یہ لقب محض زبان کا اطلاق نہ تھا بلکہ عملی زندگی کی شہادت تھی۔ کسی معاملہ میں آپ ﷺ کی دیانت پر شک نہ کیا گیا۔ آپ ﷺ کے مخالفین بھی آپ کی سچائی اور امانت داری کے معترف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو سب سے پہلے انہی صفات کو یاد دلایا تاکہ ان کے دلوں میں صداقت کے دروازے کھل سکیں۔"¹¹

یہ اقتباس نہایت سادہ انداز میں نبی کریم ﷺ کی شخصیت کے ایک ایسے پہلو کو نمایاں کرتا ہے جو سیرت کا بنیادی سنگ میل ہے۔ لقب "الامین" دراصل رسول اللہ ﷺ کے باطن کی سچائی، کردار کی مضبوطی، اور امانت داری کا خلاصہ ہے۔ وہ معاشرہ جو جھوٹ، فریب، اور ظلم سے بھرا ہوا تھا، وہاں ایک ایسی ہستی کا "الامین" کہلانا بڑی بات تھی۔

اس لقب کی معنویت یہ بھی ہے کہ نبوت کا بار اُسی پر ڈالا جاتا ہے جو ہر طرح سے اعتماد کے قابل ہو، اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا لقب "الامین" محض ایک خطاب نہیں، بلکہ ایک گواہی تھی کہ آپ ﷺ نہ صرف انسانوں کے درمیان سب سے سچے اور دیانت دار تھے، بلکہ وہ ذات تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری وحی کی امانت سونپی۔ یہ لقب آج کے مسلمان کے لیے آئینہ ہے کہ اگر وہ سیرت رسول ﷺ کی پیروی کرنا چاہتا ہے تو اسے بھی امانت، صداقت اور دیانت کو زندگی کا شعار بنانا ہو گا۔

بچپن اور جوانی میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ

انسان کی شخصیت کی بنیاد اس کے بچپن اور جوانی میں رکھی جاتی ہے۔ یہ دور انسانی اخلاق، عادات اور کردار کی تعمیر کا حساس ترین مرحلہ ہوتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا بچپن اور جوانی عام انسانوں سے جدا اور بلند تر ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت و تربیت خاص خود فرماتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ابتدائی زمانہ بھی بلند اخلاق، راست بازی، پاکیزگی نفس اور حسن سلوک کا آئینہ دار تھا۔ آپ ﷺ کی یہ صفات اتنی روشن اور معروف تھیں کہ اہل مکہ نے بچپن سے ہی آپ کو اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تسلیم کر لیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی فطرت ابتدا ہی سے گناہ، لغو اور برائیوں سے پاک تھی۔ عام نوجوانوں کی دلچسپیاں، تفریحات اور خرافات سے آپ ﷺ ہمیشہ دور رہے۔ بچپن میں بھی کبھی کوئی ناروا بات یا حرکت آپ سے منسوب نہیں ہوئی۔ مکہ کی معاشرت میں گانے، ناچنے، شراب نوشی، جوا اور دیگر رسومات عام تھیں، مگر آپ

¹¹ عبد القیوم، دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ، لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005، ج 3، ص 298

ﷺ ان سب سے ہمیشہ محفوظ رہے۔ نہ کبھی جھوٹ بولا، نہ کسی کی حق تلفی کی، نہ کبھی وعدہ خلافی کی۔ آپ ﷺ بچپن سے ہی نرم مزاج، خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔
رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک، سب آپ ﷺ کی روزمرہ زندگی کا حصہ تھے۔
دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"آپ ﷺ کا بچپن اور جوانی سراسر پاکیزگی، حلم، بردباری، صبر، شکر، اور راست گوئی کا آئینہ دار تھا۔ نہ صرف اہل قریش بلکہ باہر کے قبائل بھی آپ کے حسن خلق کے معترف تھے۔ کوئی جھگڑا، کوئی فضول کلام، کوئی خلافِ مروت بات، کسی نے آپ ﷺ سے کبھی نہ سنی۔ آپ ﷺ کا بچپن عام بچوں جیسا نہ تھا۔ وہ بچپن ہی میں بزرگوں جیسے اوصاف کے حامل تھے۔"¹²

یہ اقتباس ہمیں اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ہر دور اپنی جگہ ایک کامل نمونہ تھا۔ بچپن میں جہاں عام بچے لاپرواہ اور غیر سنجیدہ ہوتے ہیں، وہاں نبی کریم ﷺ غیر معمولی سنجیدگی، بردباری اور وقار کے حامل تھے۔ آپ ﷺ کا ہر قول و فعل گویا سچائی اور اخلاقیات کی تعلیم دیتا تھا۔
آپ ﷺ کے بچپن اور جوانی میں جھلکتی یہ صفات محض ایک فرد کی نیکی نہ تھیں بلکہ وہ اس عظیم مشن کا ابتدائی عکس تھیں، جس کے لیے اللہ نے آپ ﷺ کو منتخب کیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مطالعہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ اعلیٰ اخلاق اور عمدہ کردار کی بنیاد بچپن ہی سے رکھی جاتی ہے۔ جو شخصیت نبوت سے پہلے ہی "صادق" اور "امین" ہو، اس کی رسالت بھی اعتماد و صداقت کا سرچشمہ ہوتی ہے۔ آج کا مسلمان اگر اخلاقِ نبوی کو اپنے بچپن، لڑکپن اور جوانی میں اپنالے تو وہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

مصادر و مراجع

1. ابن اسحاق۔ السیرۃ النبویہ۔ بیروت: دار المعرفہ، 1998
2. ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت: دار صادر، 1990
3. ابن ہشام۔ السیرۃ النبویہ۔ بیروت: دار المعرفہ، 2007
4. پروفیسر عبدالقیوم۔ دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ۔ لاہور: مجلس نشریات اسلام، 2005
5. صفی الرحمن مبارکپوری۔ الرحیق المختوم۔ ریاض: دار السلام، 2001
6. شبلی نعمانی۔ سیرت النبی۔ علی گڑھ: دار المصنفین، 2012

Bibliography

1. Abdul Qayyum. *Daira-e-Maarif Seerat-e-Muhammad Rasool Allah*. Lahore: Majlis Nashriyat-e-Islam, 2005.
2. Ibn Hisham. *As-Sirah an-Nabawiyyah*. Beirut: Dar al-Ma'rifah, 2007.
3. Ibn Ishaq. *As-Sirah an-Nabawiyyah*. Beirut: Dar al-Ma'rifah, 1998.
4. Ibn Sa'd. *Al-Tabaqat al-Kubra*. Beirut: Dar Sader, 1990.
5. Mubarakpuri, Safi-ur-Rahman. *Ar-Raheeq Al-Makhtum*. Riyadh: Darussalam, 2001.
6. Nomani, Shibli. *Seerat-un-Nabi*. Aligarh: Dar-ul-Musannifeen, 2012.